مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

مولانا عبیداللہ سندھی کے نظریات وخیالات

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور حضرت مصلح موعود کے ساتھ تعلقات کا ذکر

مولانا عبیداللہ صاحب سندھی برصغیر پاک وہند کے جید عالم تھے۔قدیم وجدید نظریات پر آپ کی گہری نظر تھی۔آپ برصغیر میں شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کے احیاء کے داعی اور تحریک ''ریشمی رومال'' کے بانی ومبانی تھے۔آپ کو افغانستان ترکی،روس اور مکہ ومدینہ کے بڑے بڑے علماء سے تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا۔اس لئے تمام فرقوں کے علماء سے ذاتی مراسم رکھتے تھے اور مذہبی وسیاسی تعصب کے سخت خلاف تھے۔

مولانا عبیداللہ سندھی چیانوالی ضلع سیالکوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔پیدائشی نام بوٹا سنگھ تھا اور خاندان زرگری کے پیشہ سے متعلق تھا مولانا تحریر کرتے ہیں۔

''میں بہ شب جمعہ قبل صبح 12 محرم 1289 ہجری بمطابق 10 مارچ 1872 کو پیدا ہوا میرا باپ چار ماہ پہلے فوت ہو چکا تھا دو سال بعد دادا بھی مر گیا تو میری والدہ مجھے ننھیال میں لے آئی۔یہ ایک خالص سکھ خاندان تھا میرے نانا کی ترغیب پر ہی میرا والد سکھ بن گیا تھا۔میرے دو ماموں جام پور ڈیرہ غازیخان میں پٹواری تھے جب نانا فوت ہوا تو ہم ان کے پاس چلے آئے میری تعلیم 1878ء سے جام پور کے اردو سکول میں شروع ہوئی۔1887ء میں مڈل سکول کی تیسری جماعت میں پڑھتا تھا کہ اظہار اسلام کے لیے گھر چھوڑ دیا''۔

مولانا سندھی جب سکول میں پڑھتے تھے تو انہیں 1884ء میں آریہ سماج کے ایک لڑکے سے کتاب تحفۃ الہند از نو مسلم عالم مولانا عبید اللہ صاحب مالیر کوٹلوی پڑھنے کو ملی۔اس کتاب کے مطالعہ سے راہ حق کی جانب راغب ہوئے تقویۃ الایمان اور احوال الآخرت کتب سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔اپنے ایک دوست محمد رفیق کے ساتھ 15/اگست 1887ء کو جام پور سے نکل کھڑے ہوئے کچھ دن کوٹلہ رحیم شاہ ضلع مظفر گڑھ میں گزارے اس کے بعد سندھ چلے گئے۔جہاں حافظ محمد صدیق صاحب بھر چونڈی کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے وہاں سے مولانا غلام محمد صاحب کے پاس دین پور چلے گئے۔اکتوبر 1888ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ملا۔اور مولانا ابوسراج، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمود الحسن شیخ الہند سے تلمذ کیا۔مولانا نظیر حسین دہلوی سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی پڑھیں۔کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری سے حکمت وفلسفہ کی تعلیم پائی اور رام پور میں مولوی ناظر الدین سے منطق کا درس لیا۔1891ء میں تعلیم مکمل کر کے اروٹ شریف لوٹ آئے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اسی دوران مولوی محمد عظیم خاں کی دختر سے ان کی شادی ہو گئی۔

1901ء میں مولانا سندھ کے ایک بڑے دینی اور روحانی مرکز گوٹھ پیر جھنڈا منتقل ہو گئے۔وہاں مدرسۃ الارشاد کی بنیاد رکھی۔1908ء میں مولانا کی دیوبند میں واپسی ہوئی۔یہاں آپ نے جمعیت الانصار کی بنیاد ڈالی۔

ابھی تک دارالعلوم دیوبند برطانوی حکومت کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا اور مولانا حافظ محمد احمد صاحب ابن مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی دیوبند کے مہتمم تھے جو برطانوی حکومت کی خدمات کے صلہ میں ''شمس العلماء'' کے خطاب سے نوازے گئے۔

''حافظ صاحب حکومت کے ساتھ خوشگوار تعلقات رکھتے تھے اور مولانا محمود الحسن کی سیاسی سرگرمیوں سے حکومت کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔پہلی جنگ عظیم میں مولانا محمود الحسن ترک راہنماؤں سے مل کر آزادی ہند سے متعلق جو پروگرام بنانا چاہتے تھے۔حافظ صاحب نے مختلف ذرائع سے اس پروگرام کا سراغ لگا لیا۔اور اس سے صوبائی گورنر کو آگاہ کر دیا بعد میں حافظ صاحب مرحوم کو ''شمس العلماء'' کے خطاب سے نوازا گیا''۔

(مولانا عبیداللہ سندھی اور ارباب دیوبند از غلام محمد مظفر المعارف جولائی تا ستمبر 1996 صفحہ 71)

مولانا سندھی مولانا محمود الحسن کے شاگرد رشید تھے انہیں کی طرح برطانوی حکومت کیخلاف خفیہ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔اس لئے دیوبند کے ارباب حل وعقد مولانا سندھی کی سیاسی سرگرمیوں کو خطرہ کی نظر سے دیکھتے تھے علمائے دیوبند ابھی گاندھی کے سحر میں گرفتار نہیں ہوئے تھے یہ مرحلہ تو جنگ عظیم اول کے خاتمے کے بعد تحریک خلافت سے شروع ہوتا ہے ان کے مخصوص نظریات کا بہانہ بنا کر علمائے دیوبند مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا (قانون مکافات کے تحت بعد میں یہ صاحبان بھی دیوبند سے نکالے گئے) مولانا سندھی اس کفر کے فتویٰ کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کافر وملحد کہنے کی اصل وجہ

''مولانا فرمانے لگے کہ یہ جو تاریخ اسلام میں تم اکثر پڑھتے ہو کہ فلاں ملحد تھا فلاں زندیق تھا فلاں نے اسلام کو یوں نقصان پہنچایا۔فلاں نے مسلمانوں کو یہ گزند پہنچایا وغیرہ وغیرہ۔تو یاد رکھو ان میں اکثر ایسے تھے جو اپنے زمانے میں مروجہ مقاصد کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔لیکن برسراقتدار طبقے کے مفادات پر اس سے زد پڑتی تھی۔چنانچہ اس کی طرف سے ان کے خلاف مذہبی حربہ استعمال کیا گیا اور اس کے جواب میں بھی مذہب ہی میدان میں آیا اور اس طرح معاشرتی سیاسی اور اقتصادی اصلاح کی کشمکش مذہبی کشمکش بن گئی۔اور ایک دوسرے کو ملحد اور زندیق ٹھہرایا گیا اسلام میں مذہبی فرقوں کی ابتدا اس طرح ہوئی اور الحاد وزندقہ کا چکر یوں چلا''۔

(مولانا عبیداللہ سندھی افادات وملفوظات از پروفیسر محمد سرور صفحہ 126)

دیوبند سے نکالے جانے کے بعد آپ 1912ء میں دہلی منتقل ہو گئے یہاں نظارت المعارف کی بنیاد رکھی۔اگست 1915ء میں ہجرت کر کے کابل چلے گئے۔قیام کابل کے دوران میں آپ نے آزادی ہندوستان کی سکیم تیار کی جس نے تاریخ ہند میں ''ریشمی رومال کی تحریک'' سے شہرت پائی۔اکتوبر 1915ء تا 22/اکتوبر 1922ء کابل میں قیام کیا۔اکتوبر 1922ء تا جولائی 1923ء ماسکو میں قیام رہا۔10 نومبر 1923ء تا 23 جون 1926ء ترکی میں قیام پذیر رہے۔مکہ معظمہ میں آمد اگست 1926ء کو ہوئی اور مارچ 1939ء کو ہندوستان میں مراجعت ہوئی۔22/اگست 1944ء میں وفات پائی اور دین پور سندھ میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا بہت معاملہ فہم عالم تھے مذہبی تنگ نظری کے بہت خلاف تھے جس بات کو حق سمجھتے اس سے نہ ٹلتے امام جماعت احمدیہ حضرت مولانا حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاول سے دلی محبت اور اخوت رکھتے تھے اور اس کا برملا اظہار کرتے تھے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی سے 1909ء سے تا وفات تعلقات رہے۔جس کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کئی بار ذکر فرمایا۔

دعا اپنی زبان میں کرنی چاہیئے

ایک دن کا ذکر ہے کہ مولانا حسب معمول حرم میں اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔سامنے مختلف ملکوں کے حاجیوں کی ٹولیاں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں ہر ٹولی کے آگے آگے معلم ایک آدمی تھا بعض ٹولیوں کے آگے نو عمر لڑکے تک تھے یہ اونچی آواز سے عربی میں مسنونہ دعائیں پڑھتے اور اکثر حاجی بغیر سمجھے اور بعض دفعہ غلط سلط یہ دعائیں دہراتے جاتے تھے مولانا نے یہ منظر دیکھا تو بڑے دکھ کے ساتھ فرمانے لگے کہ اپنے رب کو اپنی مادری زبان میں پکارنا انسان پر بڑا اثر کرتا ہے یہ پکار انسان کے دل سے نکلتی ہے اور جسم اور روح کے اندر اس کی تاثیر سرائیت کر جاتی ہے۔ان عرب معلموں نے صرف عربی زبان میں دعاؤں پر زور دے کر حج اور اس کے مناسک کو بے روح بنا دیا ہے ان کی مطوفین یعنی طواف کرانے والوں کو دیکھو کہ ان میں سے ایک ایک کے پیچھے بیس بیس تیس تیس حاجی ہیں معلوم نہیں مطوفین کیا الاپتے ہیں کہ یہ بیچارے حاجی ان کے

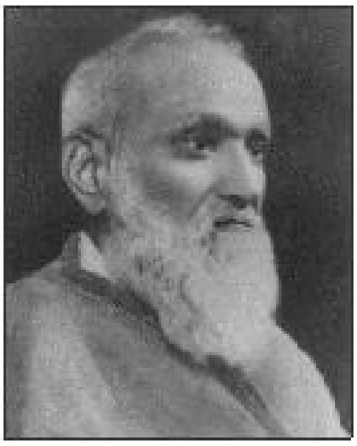

مولانا عبیداللہ سندھی صاحب

الاپے ہوئے عربی جملوں کو بے سوچے سمجھے ادا کرتے ہیں نہ مطوف کے دل سے دعا نکلتی ہے اور نہ حاجی ان دعاؤں کو سمجھتے ہیں۔اگر کوئی شخص اپنی زبان میں دعا پڑھے تو یہ مطوف اسے غضبناک نظروں سے دیکھتے ہیں۔

(مولانا عبیداللہ سندھی افادات وملفوظات از پروفیسر محمد سرور صفحہ 31)

ایک روز عام علماء کا ذکر ہو رہا تھا مولانا نے فرمایا کہ اگر کوئی مولوی مجھے کافر کہے تو میں کہوں گا کہ کافر وہ خود ہے کیونکہ وہ جن عقائد ومبادی کی بناء پر مجھے کافر ٹھہراتا ہے وہ ان عقائد ومبادی کو عملی شکل دینے کے لیے کچھ نہیں کرتا اس کے برخلاف میں جس چیز کو حق سمجھتا ہوں اسے اس زندگی میں بروئے کار لانے کے لیے سرگرم کار ہوں لیکن وہ مولوی جس بناء پر مجھ پر کفر کا حکم لگاتا ہے وہ اسے نافذ کرنے کے لیے ذرا بھی کوشش نہیں کرتا۔

اپنی تفسیر القرآن میں وفات مسیح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

بل رفعہ اللہ یہ کلمہ قرآن میں ایک بار مستعمل نہیں ہوا بلکہ اس کلمہ کی بہت سی مثالیں اور نظائر ہیں جیسے اجتماعیت میں مقام محال حاصل ہو تو قرآن اسے رفع کے ساتھ موصوف کرتا ہے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے مسیح کا درجہ بلند کیا اب ہم موسیٰ اور ابراہیم کی تعلیمات نہیں جان سکتے جب تک کہ ابن مریم کی اتباع نہ کریں یقیناً اللہ نے اس کا مقام بلند کیا (یہی رفع کا معنی ہے) نیز ہمیں یہ ضرورت نہیں کہ قرآن کی تفسیر میں اس کے رفع جسمانی کے قائل ہوں۔

(الہام الرحمن فی تفسیر القرآن جلد اول صفحہ 396، 397 مولانا عبیداللہ سندھی)

جماعت احمدیہ کی غیر مذاہب کے مقابلہ کے سلسلہ میں خدمات ومساعی کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جمیع اقوام عالم سے چند آدمی ایک خالص دینی اور مذہبی کانفرنس (مؤتمر) منعقد کرنے کی غرض سے ہمارے شہروں کی طرف آئے جو اس بارہ میں بحث کرنا چاہتے تھے کہ انسانیت عامہ (عمومیہ) کے لیے کون سا دین مناسب ہے اور اس مؤتمر کی زبان انگریزی تھی جو میں نے علمائے وقت سے سوال کیا کہ ان پر واجب نہیں تھا کہ اس مؤتمر میں کوئی ایسا شخص بھیجتے جو ان لوگوں پر اسلام پیش کرتا؟''

تو انہوں (علمائے وقت) نے جواب میں کہا کہ کوئی فرض نہیں میں نے کہا۔

سبحان اللہ کیا کہنے وہ تو چل کر تمہارے ملک ہندوستان (متحدہ پاک و ہندوقل) میں تمہارے گھروں تک پہنچتے ہیں (اور تمہارا یہ جواب) تو (علمائے وقت) کہنے لگے اگر ہم ان کی انگریزی زبان نہیں جانتے میں نے کہا اگر تم اولاد مسلمین کو علم دین کی تعلیم دے کر پہلے اس فریضہ کو ادا کر چکے ہوتے تو وہی آج تمہاری طرف سے وکیل بن کر اسلام پیش کرتے لیکن ہوا یہ کہ مرزا قادیانی کے پیرو کاروں سے ایک شخص اس مؤتمر میں گیا جس نے ان پر...... پیش کیا تو اب مجھے اہل علم حضرات سے سوال کا موقع ملا جس کے جواب میں گویا ہوئے یہی کافی ہے میں نے کہا کیا تم قادیانیوں کی تکفیر سے رجوع کرتے ہو لیکن اس کے بعد بھی ان کی تکفیر پر مصر رہے۔اس پر میں نے کہا کہ تمہاری طرف سے فرض کفائی کیسے؟ ایک کافر انسان ادا کرسکتا ہے ہو نہ ہو دو باتوں میں سے ایک بات کا جاننا ضروری ہے۔

1۔ یا تو تم قادیانیوں کو کافر نہ کہو تا کہ تم انہیں تبلیغ اسلام میں اپنا وکیل بنا سکو۔

2۔ یا اہل اسلام کے ان لوگوں کو جو انگریزی زبان کے ماہر ہیں دینی تعلیم دے دو لیکن انہوں نے (علمائے وقت) نے تو یہ بات مانی۔اور نہ وہ مانی۔

اس واقعہ سے اہل علم حضرات کی عقلوں کا تناقض ظاہر ہو جاتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ (علماء) ان مسلمان جوانوں کو (جو انگریزی تعلیم رکھتے ہیں) دین کی تعلیم نہیں دے سکتے اس لیے کہ یہ (علماء) دینی حکمت اور فلسفہ سے ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔

(الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن جلد نمبر 2 صفحہ 98 تا 100)

اپنے ایک اور مکتوب محررہ 17 نومبر 1924ء از استنبول سے مولانا اپنے ایک دوست اقبال شیدائی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''دو قسم کے مسلمان عالم ہیں ایک سیاسی طاقت کو ہاتھ میں لینا اسلام کی اشاعت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے لیے جدو جہد کرتے ہیں...... دوسرے محض وعظ و تبلیغ سے تمام کامیابی کی امید رکھتے ہیں......سر سید نے مسلمانوں میں سیاسی جدو جہد کے لیے نئی تعلیم رائج کرنے کے لئے انگریزوں سے اتحاد بنایا......مسلمانوں میں اشاعت اسلام کے لئے بیداری پیدا کرنے کے لئے قادیان کے بزرگوں نے انگریزوں سے اتحاد بنایا قرآن شریف مولانا ابوالکلام نے بھی پڑھا ہے اور ان کی سیاسی جدوجہد میں غالباً قرآن کے احکام کی تعمیل میں ہوگی۔انہیں ہندوؤں سے اتحاد کرنا پڑا ہے میں بھی اگر اسی سلسلہ میں اپنا نام داخل کردوں تو میرے نزدیک روس سے اتحاد ضروری ہے۔

اب اگر کوئی جماعت اس مقصد کے لئے انگریزوں سے اتحاد کرتی ہے تو ان پر کیا الزام عائد ہوسکتا ہے۔ ایک مقصد کے لئے مختلف نظریات پر لوگ کام کر رہے ہیں۔ہر ایک کو کام کرنے کا موقع دینا چاہئے۔ خدا جانے کس طریق سے کامیابی ہوتی ہے۔

(صفحہ 8 مولانا عبیداللہ سندھی کے سیاسی مکتوبات صفحہ 51 از ندوۃ المصنفین سمن آباد لاہور)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی کامیابی

مولانا فرمانے لگے ابھی کل کی بات ہے یہیں مرزا غلام احمد تھے ان کے زمانے میں مسلمانوں کی چند ضرورتیں تھیں اور اس دور کے کچھ تقاضے تھے مرزا غلام احمد نے قرآن اور...... کی خاص طرح سے تعبیر کرکے انہیں پورا کیا انہوں نے قادیان میں ایک مدرسہ بنایا،لنگر خانہ کھولا اور لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کیا۔آج تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ ان کی ایک جماعت ہے اور وہ کام کر رہی ہے اس کا اچھا خاصہ اثر بھی ہے۔

(افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی صفحہ 188,189 از محمد سرور)

حکیم نورالدین صاحب بہت بڑے عالم قرآن تھے

بعض دفعہ لوگ مولانا سے جب وہ حرم میں بیٹھے ہوئے سوال کر بیٹھتے تھے باتوں باتوں میں مولانا نے ایک بار فرمایا کہ حکیم نور الدین بہت بڑے عالم قرآن تھے حاضرین میں سے ایک صاحب غصے میں آ گئے اور بڑے ناراض ہو کر کہنے لگے کہ مولانا وہ تو قادیانی تھے مولانا مسکرائے اور بڑے تحمل سے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ حکیم نورالدین قادیانی نہیں ہے میں نے جو بات کہی ہے وہ تو صرف اتنی ہے کہ وہ بہت بڑے عالم قرآن تھے...... یہ باتیں حرم کے صحن میں ہوئیں۔دوسرے دن میں نے مولانا کے مکان پر ان سے حکیم نورالدین کے بارے میں مزید تفصیل چاہی فرمانے لگے کہ میں حکیم صاحب سے قادیان میں متعدد بار ملا ہوں واقعی وہ بہت بڑے عالم قرآن تھے میں تو کہوں ہندوستان سے باہر میں کئی اسلامی ملکوں میں رہ چکا ہوں اور یہاں مکہ معظمہ میں مختلف ملکوں سے بڑے بڑے مسلمان علماء آتے رہتے ہیں۔مجھے ان سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ میں نے آج تک علوم قرآن کا اتنا بڑا عالم نہیں دیکھا جتنے حکیم نورالدین تھے۔ (صفحہ 33,34)

''مولوی نورالدین ایسے بے نظیر عالم اور صاحب فضل شخص کا مرزا غلام احمد جیسے شخص کا مرید اور عقیدت مند بن جانا بظاہر عجیب سا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس معاملے میں قدرے تعمق سے کام لیا جائے تو یہ بات ناقابل فہم نہیں رہتی۔مولوی نورالدین صاحب پنجابی تھے اور اتفاق سے میں بھی نسلاً پنجابی ہوں (گو وطناً سندھی ہوں) اس لیے ایک پنجابی کی ذہنیت کو سمجھنا میرے لیے آسان ہے''۔

مولانا کہنے لگے جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں مولوی صاحب موصوف مرزا صاحب کے حلقہ بگوش ہونے کی وجہ یہ ہے۔

مولوی نورالدین قرآن کے بہت بڑے عالم تھے انہیں قرآن سے انتہائی شغف تھا انہیں یہ لگن تھی کہ جس طرح بھی ہو قرآن کی اشاعت ہو اس کی خوبیوں سے لوگوں کو آشنا کیا جائے۔ان کو قرآن کی دعوت دی جائے اور انہیں قرآن کے اصولوں پر اپنی زندگیاں ڈھالنے پر آمادہ کیا جائے مولوی صاحب کے اندر یہ تڑپ تھی انہیں اس بات کی لو لگی ہوئی تھی لیکن ان کو خود اپنے اوپر اتنا اعتماد نہ تھا کہ وہ اس دعوت کے بنفس نفیس علم بردار بنتے اور اس کے قائد اور امام بن کر لوگوں کو اپنے پیچھے چلاتے۔بے شک ان میں علم تھا ان کی نظر وسیع تھی حقیقت شناسی دل اور دماغ کے مالک تھے۔

مولانا سندھی کا کہنا تھا کہ مولوی نورالدین صاحب بیتاب تھے کہ کس طرح قرآن کی دعوت کو عام کریں اور خود اس دعوت کے امام بننے کی ہمت نہ رکھتے تھے حسن اتفاق سے ان کو مرزا صاحب جیسی جرأت اولوالعزم اور اپنے اوپر اعتماد رکھنے والی شخصیت مل گئی چنانچہ مرزا صاحب کو پیشوا اور امام ماننے میں مولوی صاحب کو مطلق کوئی تامل نہ ہوا کیونکہ وہ ان کی قیادت میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق قرآنی دعوت کو عام اور دین حق کی خدمت کر سکتے تھے اور اس کام کے لیے جن اوصاف کی وہ اپنے اندر کمی پاتے تھے مرزا صاحب کی شخصیت میں وہ خوبیاں انہیں بدرجہ اتم مل گئی تھیں۔

ایک اور موقع پر مولانا نے کہا

میں مولوی نورالدین کو واقعی بڑا آدمی سمجھتا ہوں میں ان کے علم تفقہ فی الدین خلوص، ایثار بے غرض خدمت دین اور سب سے بڑھ کر انہیں اپنے آپ کو ایک مقصد کے لئے وقف کر دینا ان چیزوں کا میں بڑا معترف ہوں۔

(افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی صفحہ 400,402 از محمد سرور)

معروف انقلاب پسند جناب اقبال شیدائی کے نام اپنے خط محررہ 2/اکتوبر 1924ء کو مولانا سندھی لکھتے ہیں۔

''آپ کو معلوم نہیں کہ میں مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوا آپ مولانا محمد علی اور مولانا صدرالدین سے دریافت کر سکتے ہیں کہ مولانا مرحوم میرے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں''۔

ان کی دعاؤں کو میں اپنے لیے ایک ذریعہ نجات سمجھتا ہوں اس وجہ سے میرے دیوبندی کشمیری دوستوں نے میری تکفیر سے گریز نہیں کیا مگر میری محبت اس پارٹی سے کم نہیں ہوئی۔

نیز لکھا مولانا نورالدین مرحوم کو علمائے...... میں بہت بڑے درجے پر مانتا ہوں......اس لیے میں مولانا نورالدین کے خاص شاگردوں کی بہت عزت کرتا ہوں میری اسی تفریق کو جو لوگ نہیں سمجھتے وہ مجھے برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔

(مولانا عبیداللہ سندھی کے سیاسی مکتوبات صفحہ 45,46 از پروفیسر محمد اسلم صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی)

حضرت مصلح موعود کے متعلق

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کے پاس مولانا عبید اللہ صاحب سندھی قادیان آیا کرتے تھے اور کئی ہفتے قیام کرکے قرآن کریم کے علوم و معارف آپ سے سیکھتے تھے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ان کی قادیان آمد کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

مجھے یاد ہے جب......میری عمر اس وقت کوئی 21 سال کی تھی کہ ایک سندھ کے مولوی صاحب غالباً مولانا عبیداللہ صاحب سندھی جو اکثر قادیان آتے رہتے تھے استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کو ملنے آئے اور انہوں نے یہ آیت آپ کے سامنے رکھی کہ آپ اس کو حل کر دیں اور یہ اعتراض کیا کہ قرآن نے یہ کیا کہا ہے کہ اگر کوئی اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان میں فساد پیدا ہو جاتا حالانکہ معبود تو کہتے ہی اسے ہیں جو کامل القویٰ ہو......

استاذی المکرّم حضرت مولوی نور الدین صاحب نے ان کو کوئی جواب دیئے مگر۔ان کی تسلی نہ ہوئی بڑی دیر تک وہ اعتراض کرتے چلے گئے مجھے اب تک وہ کمرہ یاد ہے جہاں یہ باتیں ہوئی تھیں بلکہ اب تک وہ جہتیں بھی یاد ہیں جس طرف دونوں کے منہ تھے استاذی المکرّم حضرت مولوی صاحب کا منہ اس وقت شمال کی طرف تھا اور سندھی مولوی صاحب کا منہ جنوب کی طرف تھا اور دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے جب بحث لمبی ہوگئی تو سندھی مولوی صاحب نے کہا کہ اعتراض کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا تو استاذی المکرّم حضرت مولوی صاحب نے بڑے جوش سے کہا کہ آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں جواب نہیں دے سکتا ذرا اس بچے سے جو میرا شاگرد ہے بحث کرکے دیکھ لیں مولوی عبیداللہ صاحب کو معلوم تھا کہ میں بانی سلسلہ احمدیہ کا بیٹا ہوں وہ تھے تو دیوبندی مگر ایک لمبے عرصے تک مختلف پیروں کے مرید بھی رہ چکے تھے اور پیروں کا ادب ان کے دل میں بڑا تھا استاذی

المکرّم کی بات سن کر کہنے لگے ان سے میں بحث نہیں کروں گا یہ تو مرزا صاحب کے بیٹے ہیں معلوم نہیں اگر بحث ہو جاتی تو میں اس وقت کیا جواب دیتا لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ بے شک الٰیھة کامل القویٰ ہوتے ہیں لیکن ان کا کامل القویٰ ہونا ہی بتاتا ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن مذکورہ بالا واقعہ تو 1909ء کا ہے ......یہی جواب سندھی مولوی صاحب کو دینا مناسب تھا مگر اس وقت انہوں نے بحث سے انکار کر دیا۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 502, 504 از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی)

حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کے عہد خلافت میں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب 1912ء میں ہندوستان کے مشہور دینی مدارس کے دورہ کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تو آپ دیوبند بھی گئے جہاں مولانا عبیداللہ سندھی صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں۔

”مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے بیٹے یا پوتے (حافظ محمد احمد صاحب بیٹے تھے۔ ناقل) انہوں نے میرا بڑا ادب کیا اور مدرسہ والوں کو حکم دیا کہ جب یہ لوگ آئیں تو ان سے اعزاز کے ساتھ پیش آئیں بعد میں انہوں نے میری دعوت بھی کی لیکن میں پیچش کی وجہ سے اس دعوت میں شریک نہ ہو سکا...... بڑے ادب سے پیش آئے اور بڑی محبت کے ساتھ ہماری دعوت کی اور استقبال کیا بعد میں انہوں نے مولوی محمد عبیداللہ صاحب سندھی کو ہمارے پاس بھجوایا اور معذرت کی کہ مجھے پتہ لگا ہے کہ بعض مولویوں نے آپ سے گستاخانہ کلام کیا ہے۔

مجھے اس کا بڑا افسوس ہے میں انہیں ہمیشہ ہی کہتا رہا کہ ایسا نہ کیا کریں لیکن وہ سمجھتے نہیں اس وقت مولوی عبید اللہ صاحب سندھی جو بڑے متمدن اور مہذب آدمی تھے ان کے مشیر کار تھے اور وہ مولوی صاحب کا بہت لحاظ کرتے تھے اور انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی باتیں مانتے تھے ......مولوی محمد قاسم صاحب کے یہ بیٹے یا پوتے جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان کا نام غالباً محمد احمد تھا مولوی عبیداللہ صاحب انہیں ہمیشہ سے ہی مشورہ دیتے رہے تھے اور ان سے ایسا کام لیتے تھے جس سے اسلامی اخلاق صحیح طور پر ظاہر ہوں چنانچہ اس کا یہ نتیجہ تھا کہ انہوں نے میرا بڑا ادب کیا اور دعوت کی اور بعد میں مولوی عبیداللہ صاحب سندھی کو میرے پاس بھیج کر معذرت کی کہ بعض مولویوں نے آپ سے گستاخانہ کلام کیا ہے۔ جس کا مجھے افسوس ہے آپ اس کی پرواہ نہ کریں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 6 فروری 1958 صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مولانا عبیداللہ صاحب سندھی سے اپنے تعلقات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

”مولوی عبیداللہ صاحب سندھی ایک خدا ترس انسان تھے اور سادہ مزاج تھے میرے وہ بچپن سے واقف تھے جماعت احمدیہ کے پہلے امام کے زمانہ میں وہ قادیان بھی آیا کرتے تھے اور باوجود اس کے کہ میں اس وقت ایک طالب علم کی حیثیت رکھتا تھا میرا بہت ادب کرتے تھے بعد میں بھی ان کے ساتھ تعلقات قائم رہے چنانچہ میں دیوبند میں بھی جا کر ان سے ملا تھا کبھی کبھی پیغام و سلام بھی آتا جاتا رہتا تھا اس لیے میرے دل میں ان کا بہت ادب ہے میں ان کو متصنع آدمی نہیں سمجھتا لیکن ان کو جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ شدت سے کمیونسٹ خیالات سے متاثر تھے۔

ہجرت کی تحریک کے موقع پر وہ ہندوستان سے نکلے۔ رشیا میں بڑے بڑے کمیونسٹ لوگوں سے ان کے تعلقات رہے لیکن پھر بگاڑ پیدا ہو گیا اور وہاں سے آ گئے لیکن کمیونسٹ خیالات نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ بوجہ کمیونسٹوں سے بگاڑ کے وہ ظاہراً کمیونسٹ نہیں رہے تھے مگر خیالات پر دیسی رنگ تھا حجاز میں رہتے ہوئے بھی جو رپورٹیں آتی تھیں وہ یہی تھیں کہ کمیونسٹ اصول کو انہوں نے ترک نہیں کیا چنانچہ غالباً 1927ء تا 1928ء کی بات ہے کہ ان کے متعلق تحریک کی گئی کہ چونکہ اب کمیونسٹ حکومت ان کے مخالف ہے اس لیے ان کو ہندوستان میں آنے کی اجازت دی جائے اس وقت غالباً سر ماؤنٹ مورنسی پنجاب کے گورنر تھے انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میں ان کو جانتا ہوں اور آیا ان کو واپس آنے کی اجازت دینے میں کوئی حرج تو نہیں ہوگا میں نے انہیں جواب دیا کہ میں مولانا کو خوب جانتا ہوں وہ نہایت شریف اور نیک طبیعت کے آدمی ہیں لیکن اپنی بات کے پکے ہیں نہ جلدی رائے قائم کرتے ہیں نہ جلدی رائے چھوڑتے ہیں ہاں نیک طبیعت اور سادہ طبع ہونے کی وجہ سے دوسرے کے فائدہ کے خیال سے کبھی اپنی بات جلدی سے بدل لیتے ہیں مگر طبیعت کی وجہ سے نہیں بلکہ اخلاق کی اتباع کے خیال سے کچھ عرصہ کے بعد ان کے واپس آنے کی اجازت دے دی گئی۔

میں نہیں جانتا کہ اس تحقیق کے سلسلہ میں یا بعد میں دوبارہ سوال اٹھایا گیا اور ہندوستان آنے کی اجازت مل گئی اس کے بعد ہمیں ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

شائد 1944ء کی بات ہے کہ میں نے ان کو دعوت دینے کا ارادہ کیا مگر میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ وہ فوت ہو گئے پرانی طرز کے علماء میں سے وہ ایک نہایت ہی اعلیٰ پایہ کے آدمی تھے......

ایک دفعہ مجھ سے کہنے لگے آپ جانتے ہیں کہ میں احمدیوں سے کوئی تعصب نہیں رکھتا میں نے کہا خوب جانتا ہوں کہنے لگے اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں احمدیہ عقیدہ سے بھی متفق ہوں میں مرزا صاحب کو ایک بڑا بزرگ سمجھتا ہوں اور صوفی سمجھتا ہوں مگر میرا یقین ہے کہ ان کو مسیح اور مہدی کے بارہ میں غلطی لگی ہے ......

مولوی عبیداللہ صاحب سندھی کا میں بہت ادب و احترام کرتا ہوں اور ان کو طبعاً ایک نیک انسان سمجھتا ہوں۔

(اسلام اور ملکیت زمین صفحہ 151 تا 154
از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد)

☆☆☆☆☆☆☆

غزل

یہ آرزو تھی، تجھے گل کے رُوبرو کرتے
ہم اور بلبل بے تاب گفتگو کرتے

پیامبر نہ میسر ہوا، تو خوب ہوا
زبانِ غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

مری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ
کسی حبیب کی یہ بھی ہیں جستجو کرتے

جو دیکھتے تری زنجیر زلف کا عالم
اسیر ہونے کی آزاد آرزو کرتے

نہ پوچھ عالم برگشتہ طالعی آتشؔ
برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

آتشؔ

کچھ ایسے بھی انسان ہوئے

کچھ منتظر اپنی باری کے کچھ مولا پہ قربان ہوئے
وہ جن پہ ملائک رشک کریں کچھ ایسے بھی انسان ہوئے

کچھ غم ہے ان کے بچھڑنے کا کچھ رشک ہے ان کی قسمت پر
اس درد میں بھی اک لذت ہے غم اور خوشی یکجان ہوئے

ہیں قہر الٰہی کا مورد جو خالق سے بے خوف ہوئے
اللہ کو ان کی کیا پرواہ جو سرکش نافرمان ہوئے

ہے درس محبت کا ہم کو نفرت کا چلن آتا ہی نہیں
حق گوئی ثبات و صبر و وفا ہم لوگوں کی پہچان ہوئے

تاریخ گواہ ہے تھوڑے اور کمزور ہی غالب آتے ہیں
قادر کے پیارے ہاتھوں سے ہی فتح کے سب سامان ہوئے

ا-ب۔ ناصر

نماز جنازہ حاضر وغائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری لندن تحریر کرتے ہیں کہ مورخہ 8 مارچ 2017ء کو 11 بجے صبح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محمود ہال بیت الفضل لندن میں درج ذیل افراد کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

مکرمہ حنیفاں بی بی صاحبہ

مکرمہ حنیفاں بی بی صاحبہ بنت مکرم لال دین صاحب اوٹھی مرحوم جماعت شرلی یوکے مورخہ 4 مارچ 2017ء کو 81 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ چھوٹی عمر میں اپنے خاندان کے ساتھ بیعت کی توفیق پائی۔ آپ بہت نیک، پرہیزگار، صوم وصلوٰۃ کی پابند بزرگ خاتون تھیں۔ مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتیں اور چندہ جات کی مکمل ادائیگی سال کے آغاز میں ہی کرنے کا اہتمام کرتی تھیں۔ ایم ٹی اے پر حضور انور کے خطبات بڑی باقاعدگی سے باربار سنا کرتی تھیں۔ آپ مکرم طارق اسلام صاحب مرحوم مربی سلسلہ کینیڈا اور مکرم حافظ طیب احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے کی پھوپھی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

نماز جنازہ غائب

مکرم ابوبکر بوابوا (Bwab wa) صاحب

مکرم ابوبکر بوابوا (B w a b w a) صاحب زیمبیا 22 فروری 2017ء کو 87 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ مرحوم 1960ء میں کانگو سے ہجرت کر کے اپنی فیملی سمیت زیمبیا آئے۔ 1972ء میں جماعت زیمبیا کا قیام ہوا تو آپ نے اولین بیعت کرنے والوں کی صف میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔ اپنی فیملی میں اکیلے احمدی تھے اور آخر دم تک پوری وفا اور استقامت کے ساتھ اپنے عہد بیعت کو نبھاتے رہے۔ لمبے عرصے تک جماعت احمدیہ لوساکا کے صدر رہے۔ آپ بہت نیک سیرت، سادہ مزاج، نمازوں میں باقاعدہ، ہمدرد وشفیق، دیانتدار، جماعت اور خلافت سے بے پناہ محبت رکھنے والے اور مالی قربانی کرنے والے مخلص انسان تھے۔ اپنے عمدہ اخلاق کی بنا پر غیروں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مکرم چوہدری رشید احمد صاحب

مکرم چوہدری رشید احمد صاحب چک نمبر 87 شمالی ضلع سرگودھا مورخہ 14 ستمبر 2016ء کو 82 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ آپ لمبا عرصہ صدر جماعت اور امیر حلقہ کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ ضلعی اصلاحی کمیٹی کے صدر بھی رہے۔ 1974ء کے پُرآشوب دور میں احباب جماعت کی نمایاں خدمت کرنے کی توفیق پائی۔ ایک جھوٹے مقدمہ میں اڑھائی ماہ تک اسیر بھی رہے۔ غیر از جماعت شرفاء کے ساتھ وسیع تعلقات تھے۔ لوگوں کے مسائل بڑی خوش اسلوبی سے حل کروایا کرتے تھے۔ مالی قربانی میں ہمیشہ صف اول میں رہے۔ جماعت اور خلافت سے گہری وابستگی تھی۔ ہمہ وقت جماعتی خدمت کے لئے تیار رہتے۔ مرحوم موصی تھے۔

مکرمہ مقصوداں بی بی صاحبہ

مکرمہ مقصوداں بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم رشید احمد صاحب مرحوم جرمنی 28 نومبر 2016ء کو وفات پا گئیں۔ آپ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، دعا گو، جماعت کے ساتھ مضبوط اور خلافت کے ساتھ عشق و وفا کا تعلق رکھنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ مرحومہ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

مکرمہ نسیم اختر صاحبہ

مکرم مقصود احمد صاحب

مکرمہ راشدہ مقصود صاحبہ

مکرمہ نسیم اختر صاحبہ اہلیہ مکرم فاروق احمد صاحب بھڑی شاہ رحمان ضلع گوجرانوالہ عمر 48 سال، مکرم مقصود احمد صاحب ابن مکرم فاروق احمد صاحب عمر 32 سال اور مکرمہ راشدہ مقصود صاحبہ اہلیہ مکرم مقصود احمد صاحب عمر 21 سال مورخہ 7 نومبر 2016ء کو ایک ٹریفک حادثہ میں وفات پاگئے۔ تینوں مرحومین اعلیٰ اخلاق کے مالک، خلافت سے محبت اور نظام جماعت سے تعاون کرنے والے باقاعدگی سے چندے ادا کرنے والے، نیک باوفا اور مخلص وجود تھے۔

مکرمہ ارشاد اختر صاحبہ

مکرمہ ارشاد اختر صاحبہ اہلیہ مکرم ماسٹر منصور احمد بٹ صاحب مورخہ دارالنصر وسطی ربوہ مورخہ 7/اگست 2016ء کو 65 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ بہت نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے گہرا محبت کا تعلق تھا۔ جماعتی کاموں میں ہر ممکن تعاون کرنے والی اور حسب توفیق مالی قربانی کرنے والی نیک بزرگ خاتون تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

دعائیہ تقریب

(مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ)

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سال 2015ء کی طرح سال 2016ء میں بھی مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ حسن کارکردگی کے لحاظ سے پاکستان بھر میں اول پوزیشن حاصل کر کے علم انعامی کی حقدار قرار پائی ہے اور مجلس شوریٰ پاکستان 2017ء کے موقع پر علم انعامی وصول کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کے اس مبارک اعزاز پانے کی رپورٹ پر اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا۔

''الحمد للہ، اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اللہ تعالیٰ مجلس انصاراللہ مقامی کو آئندہ بھی اپنے فضل سے بہترین کارکردگی کی توفیق عطا فرماتا رہے اور آپ سب کا ہر آن حامی وناصر ہو۔'' آمین

اس ضمن میں مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کی طرف سے اظہار تشکر کے طور پر مورخہ 16 مئی 2017ء کو بعد نماز مغرب پونے 8 بجے رات دارالضیافت میں ایک دعائیہ تقریب منعقد ہوئی۔ جس کے مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان تھے۔ آپ نے اجتماعی دعا کروائی جس کے بعد حاضرین کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

تقریب نکاح وشادی

مکرم ملک اللہ بخش صاحب واقف زندگی سابق کارکن تحریک جدید ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی بھتیجی مکرمہ عارفہ صدیقہ صاحبہ بنت مکرم ملک سلطان احمد صاحب کی تقریب نکاح و شادی مورخہ 27 مارچ 2017ء کو بعد نماز ظہر دفتر جلسہ سالانہ ربوہ کے لان میں منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن مجید اور نظم کے بعد مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے مکرم فرخ شبیر لودھی صاحب مربی سلسلہ ابن مکرم شبیر احمد لودھی صاحب آف مرید کے ضلع شیخوپورہ کے ساتھ مبلغ 75 ہزار روپے حق مہر پر نکاح کا اعلان کیا اور مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ نے دعا کرائی۔ مورخہ 28 مارچ 2017ء کو جنت میرج ہال مرید کے ضلع شیخوپورہ میں دعوت ولیمہ کے موقع پر مکرم بشیر احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ مرید کے نے دعا کرائی۔ احباب کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے۔ آمین

بک فیئر 2017ء

مورخہ 6 اور 7 مئی 2017ء کو نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ میں نظارت تعلیم کے زیر انتظام ایک بک فیئر کا انعقاد کیا گیا۔ پہلا روز خواتین جبکہ دوسرا روز مرد حضرات کے لئے مختص تھا۔ مختلف شعبہ جات میں کتب نمائش اور فروخت کے لئے پیش کی گئی تھیں۔ کتب کے علاوہ بچوں کے حوالہ سے سٹیشنری کی اشیاء کے بھی سٹال لگائے گئے تھے۔ احباب وخواتین اور بچوں کی کثیر تعداد نے نمائش سے استفادہ کیا۔

سانحہ ارتحال

مکرم نعیم احمد صاحب کارکن نظامت دیوان وقف جدید ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے والد مکرم رشید احمد صاحب ولد مکرم امام دین صاحب مورخہ 21/اپریل 2017ء کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ میرے والد صاحب کا تعلق حضرت مسیح موعود کے رفیق حضرت عبدالرحیم صاحب کے خاندان سے تھا۔ میرے دادا مکرم امام دین صاحب نے حضرت عبدالرحیم صاحب کے توجہ دلانے پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پارٹیشن سے پہلے خاکسار کا خاندان بٹالہ (قادیان) کے پاس آباد تھا۔ پارٹیشن کے بعد سب احمد نگر نزد ربوہ آ گئے۔ خاکسار کے والد مرحوم کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے سیکیورٹی گارڈ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ خاکسار کے والد مرحوم کو فرقان فورس میں شامل ہونے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی زمینوں پر کام کرنے کی بھی توفیق ملی۔ ان کی نماز جنازہ 22/اپریل 2017ء کو صبح 10 بجے مکرم حنیف احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے احاطہ دفاتر صدر انجمن میں پڑھائی اور قبرستان عام میں تدفین کے بعد مکرم مشہود احمد صاحب ناظم دیوان وقف جدید نے دعا کروائی۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

☆............☆............☆